مولانا الطاف حسین حالی
(1837ء-1914ء)

سرسید کے اخلاق وخصائل

دوستوں اور مہمانوں سے ان کا دسترخوان بہت کم خالی ہوتا تھا۔ جس دن کوئی مہمان نہ ہوتا وہ کھانا کھاتے وقت بشاش نہ ہوتے تھے اور جس دن زیادہ مہمان ہوتے اس دن ان کے گھر عید ہوتی تھی۔ کھانوں میں زیادہ تر تعدد اور تلوّن نہیں ہوتا تھا مگر کھانا عموماً عمدہ ہوتا تھا۔ اگر کسی موقع پر کھانا عمدہ نہیں ملتا تھا تو جیسا مل جاتا تھا خوشی سے، بغیر ناک منہ چڑھائے سیر ہو کر کھا لیتے تھے۔ فصل کی ترکاریاں اور فواکہ خصوصاً آم اور خربوزے نہایت مرغوب تھے۔ سنا ہے کہ پہلے خوراک زیادہ تھی مگر بڑھاپے میں بہت گھٹ گئی تھی، البتہ بعد کھانا کھانے کے کوئی پاؤ پاؤ سیر دودھ دونوں وقت بلاناغہ پی لیتے تھے۔

ظرافت اور خوش طبعی ان کی جِبلّت میں داخل تھی مگر جس طرح ان کی اور باتوں میں بناوٹ نہ تھی اسی طرح ظرافت اور خوش طبعی میں مطلق تصنع نہ تھا۔ تحریر میں، تقریر میں، بات چیت میں جو لطیفہ یا شوخی ان کو سوجھ جاتی تھی اگرچہ کیسی ہی شرم وحجاب کی بات ہو ان سے ضبط نہ ہو سکتی تھی مگر ہر ایک امر کے بیان کرنے کا خدا نے ایسا سلیقہ دیا تھا کہ کوئی بات تہذیب کی حد سے متجاوز نہ ہونے پاتی تھی۔

مطالعہ کی عادت ابتدا سے ان کی رفیق کار رہی۔ سرسید کا مطالعہ نہ صرف دل بہلانے یا عبارت کا لطف اٹھانے کے لیے ہوتا تھا اور نہ کتاب دانی کی غرض سے جیسا کہ مدرس اور طلبہ کتاب کے ایک ایک لفظ اور جملے اور تراکیب پر غائر نظر کرتے ہیں بلکہ ان کا مطلب صرف مصنف کے خیالات سے اطلاع حاصل کرنا ہوتا تھا۔ جو بات کتاب میں ان کے کام کی ہوتی تھی اس پر پنسل سے نشان کر دیتے تھے اور اگر کوئی مضمون کسی اخبار میں کام کا ہوتا تھا اس ورق کو الگ کر کے اپنے اخبار کی فائل میں جو ہر وقت سامنے رکھا رہتا تھا چسپاں کر دیتے تھے۔

خطوں کا جواب دینے میں وہ نہایت فیاض تھے۔ جو خط پانی پت سے علی گڑھ بھیجا جاتا ہے اگر وہاں پہنچتے ہی اس کا جواب لکھا جائے تو تیسرے دن وہاں سے جواب آ جاتا ہے۔ مجھے یاد نہیں پڑتا کہ میرے خط کا جواب چوتھے دن آیا ہو یا بالکل نہ آیا ہو۔ جب کہ ان کا برتاؤ ہم لوگوں کے ساتھ یہ تھا تو دیکھنا چاہیے کہ اپنے خاص دوستوں اور ہم سروں اور ہم رتبہ لوگوں کے ساتھ کیسا ہوگا۔

محنت اور جفاکشی کی قابلیت بھی سرسید کے خاص اوصاف میں سے تھی۔ قطع نظر اس کے کہ ابتدا سے ان کو کام کرنے کی عادت رہی ان کے قویٰ میں فطرتاً مشکلات کے برداشت کرنے اور کسی کام سے ہمت نہ ہارنے کی لیاقت اور استعداد رکھی گئی تھی اور ظاہراً ان کی غیر معمولی ذہانت بھی ان کے دائمی غور وفکر اور دماغی محنت کا نتیجہ تھی کیونکہ بچپن میں جیسا کہ خود سرسیّد کے بیان سے معلوم ہوا ہے وہ باعتبار ذہانت وجودت کے اپنے ہم چشموں میں کچھ زیادہ امتیاز نہ رکھتے تھے مگر چونکہ اُنھوں نے اپنے تمام قویٰ سے جو خدا تعالیٰ نے ان کے نفس میں ودیعت کیے تھے پورا پورا کام لیا تھا اور اس لیے ان کے ذہن وحافظہ اور عقل سب کو جلا ہو گئی تھی۔

ولایت میں خطبات احمدیہ کے لکھنے میں انھوں نے ڈیڑھ برس برابر ایسی محنتِ شاقہ کی جس سے آخر کار ان کے پاؤں میں ایک مرض پیدا ہو گیا جو اخیر دم تک زائل نہیں ہوا۔ جس زمانے میں سائنٹیفیک سوسائٹی کا مکان بنوا رہے تھے سخت گرمی کا موسم تھا۔ شام تک لو چلتی تھی اور کچہری سے آکر خس کی ٹٹی اور پنکھا چھوڑ کر سید ھے سوسائٹی پہنچتے تھے اور عصر اور مغرب کی نمازیں وہیں پڑھتے تھے۔

وہ ہمیشہ جب کام سے خالی ہوتے تھے ہنسی دل لگی اور دوستوں کی صحبت سے اپنے دل کو خوش کرتے تھے۔ بچوں سے، بوڑھوں سے، جوانوں سے، دوستوں سے، ملازموں سے، ہنسی اور چُہل کیے بغیر نہ رہ سکتے تھے۔ یہی زندہ دلی تھی جو ان سے سخت محنت کراتی تھی اور تکان اور ماندگی اور ملال وکلال کو کبھی پاس نہ آنے دیتی تھی۔ بعض اوقات ان کے ماتحت یا ملازم جن سے بے تکلفی تھی ان کو ایسا جواب دیتے تھے جس سے انھیں شرمندہ ہونا چاہیے تھا مگر وہ کبھی برا نہ مانتے تھے بلکہ خوب قہقہے لگاتے تھے اور خوش ہوتے تھے۔ غرضیکہ سرسیّد نے تابمقدور کبھی رنج وغم کو پاس نہیں آنے دیا۔ بیرون جات میں، آبادی میں، جنگل میں، جہاں کہیں ہوئے انھوں نے اپنی خوشی اور دل لگی کا کچھ سامان ضرور مہیا کر لیا۔ وہ اپنی باتوں سے نہ صرف بڑوں کو بلکہ بچوں کو بھی تسخیر کر لیتے تھے، یہاں تک کہ جو وحشت بچوں کو بڑے بوڑھوں کی صحبت سے ہوتی تھی وہ ان میں باقی نہ رہی تھی۔

راست بازی اور وہ تمام اوصاف جو ایک راست باز آدمی میں ہونے ضروری ہیں، جیسے صدقِ مؤدت، حمیّت، دلیری اور آزادی وغیرہ اس شخص کی خصوصیات میں سے تھے۔ اس شخص نے اگر سچ پوچھیے تو اپنی آزادانہ تحریروں سے اردو لٹریچر میں آزادی اور سچائی کی بنیاد ڈال دی۔ اس نے لوگوں کو مجبور کیا کہ سچ بات کہنے میں کسی کی طعن وملامت سے نہ ڈریں۔ جو بات اس کو حق معلوم ہوئی، اس کے کہنے میں کبھی اس بات کا خیال نہیں کیا کہ دنیا میں کوئی دوسرا شخص بھی اس بات میں اس کے ساتھ اتفاق کرنے والا ہے یا نہیں۔ سرسیّد کو کوئی بات اس سے زیادہ شاق نہیں گزرتی تھی کہ ان پر راست بازی کے خلاف کوئی الزام لگایا جائے کہ یہ شخص فی الواقع راست بازی کو اپنا دین وایمان سمجھتا تھا۔ سرسیّد جیسے خود راست باز تھے اسی طرح راست بازوں کی دل سے قدر کرتے تھے۔ دوسرے محبت اور التفات کا مادہ سرسید میں معمولی آدمیوں سے بہت زیادہ تھا اور اسی لیے ان کے تمام تعلقات میں محبت کا ظہور بدرجۂ غایت پایا جاتا ہے۔

سرسیّد کو ہمیشہ اپنے کنبے کے ساتھ حد سے زیادہ لگاؤ رہا ہے۔ بھائی کی موت کا صدمہ ان کو بیس برس نہیں بھولا۔ سنہ ہے کہ ان کے عزیز ان کے سامنے بھائی کا ذکر اس لیے نہیں کرتے ہیں کہ ان کا داغ تازہ ہو جائے گا۔ بہت مدت کے بعد ان کی بھتیجی کے منہ سے باپ کا کچھ ذکر نکل گیا تھا۔ سرسید کی حالت ایسی متغیر ہو گئی کہ گویا آج ہی بھائی کا انتقال ہوا ہے۔ اپنی والدہ کے ساتھ جیسی ان کو وابستگی تھی ایسی بہت ہی کم سُنی گئی ہے اور جیسی کہ وہ جوانی میں اطاعت وفرمانبرداری کرتے تھے اور ان کے غصے اور خفگی کو برداشت کرتے تھے، اس طرح بچے بھی اپنے ماں باپ کا کہا نہیں مانتے۔

اپنے وطن کے ساتھ ہر شخص کو عموماً الفت وموانست ہوتی ہے۔ مگر سرسیّد کی محبت اپنے وطن کے ساتھ عجیب طرح کی تھی۔ گو بظاہر سرسیّد نے دِلی ہمیشہ کے لیے چھوڑ دی تھی۔ ان کے آرٹیکلوں میں یا اسپیچوں اور لیکچروں میں یا پرائیویٹ خطوں میں جہاں کہیں دلی کا ذکر آ گیا ہے ان کا دل اُمڈے بغیر نہیں رہا۔ اگر غور کر کے دیکھا جائے تو سرسیّد کے دل میں قوم کی بھلائی کا خیال اور قومی ہمدردی کا جوش

زیادہ تر دلی ہی کی تباہی اور بربادی نے پیدا کیا۔ سر سیّد جیسے ذکی الحس آدمی کے لیے یہ انقلاب ایک تازیانہ تھا۔ دلی کا سناٹا دیکھ کر ایسی چوٹ ان کے دل پر لگی جو رفتہ رفتہ اور آخر کار ناسور بن گئی۔

جو برتاؤ سر سید کا دوستوں کے ساتھ تھا وہ اس زمانے کے دوستوں سے بہت نرالا تھا۔ جہاں تک ان کا حال دیکھا گیا، ان کی خوشی بلکہ ان کی زندگی کا مدار صرف دو چیزوں پر معلوم ہوتا تھا۔ کام اور دوستوں کی ملاقات سے ان کو شاید ہی کبھی ایسی خوشی ہوتی ہو جیسے اپنے خالص اور مخلص دوستوں سے مل کر ہوتی تھی۔ وہ فی الواقع دوستوں کو زندگی کا ایک عنصر سمجھتے تھے۔

نواب محسن الملک نے ایک موقع پر سر سید کا ذکر خیر کرتے وقت کہا کہ میں نے کسی شخص کی ذات میں اس قدر خوبیاں جمع نہیں دیکھیں۔ میری ان سے پہلی ملاقات ۱۸۶۱ء میں ہوئی تھی۔ اس وقت سے آج تک ایک بات بھی ان میں ایسی نہیں دیکھی جس کو بُرا کہہ سکوں۔ اس شخص کی سچی محبت اور وفاداری دنیا میں کہیں نہیں دیکھی۔ البتہ کتابوں میں بہت کچھ لکھا دیکھا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نہ بھائی سے اس قدر ہو سکی ہے اور نہ باپ سے جیسی کہ اس شخص کی محبت خدا نے ڈال دی ہے۔ ان کا قول تھا کہ دوستی کے آگے رشتہ و قرابت کی کچھ حقیقت نہیں۔

اس جبلی مہر و محبت کا مقتضا تھا کہ وہ اپنے رفیقوں اور نوکروں اور لگے بندھوں کو تا بمقدور عمر بھر اپنے ساتھ نباہنا چاہتے تھے۔ جس شخص کے قدم ان کے ہاں جم گئے پھر نہ وہ اس کو اپنے پاس سے جدا کرنا چاہتے تھے اور نہ وہ ان سے جدا ہونا چاہتا تھا۔ اول تو وہ کسی کی شکایت سنتے نہ تھے اور اگر کوئی کسی ملازم کی کوئی شکایت کرتا تھا تو اس کا کچھ اثر نہ ہوتا تھا۔ ان کے ایک قدیم ملازم کی لوگوں نے ان سے بار ہا شکایت کی مگر وہ کسی طرح ان کے دل سے نہ اترا۔ ہمیشہ ان کا معتمد علیہ اور سفر و حضر میں ان کے ہمراہ رہا اور آخر انھیں کی رفاقت میں مر گیا۔

سیر چشمی اور فراخ حوصلگی سر سید کے خاص اوصاف میں سے تھے۔ انھوں نے اپنی کمائی سے نہ کبھی مال جمع کرنے کا ارادہ کیا اور نہ اولاد کے لیے کوئی جائیداد خریدی بلکہ جو کچھ کمایا اس کو یا اپنی ضروری آسائش اور سچی عزت اور نیک نامی کے ذرائع میں صرف کیا یا کنبے کی خبر گیری، مستحقوں کی امداد، اولاد کی تعلیم، ملک اور قوم کی بھلائی اور مذہب کی حمایت میں اُٹھایا۔

ابتدا سے ان کا یہ حال رہا کہ جس کام کی لہر ان کے دل میں اُٹھی، اس پر روپیا صرف کرنے میں انھوں نے کبھی پس و پیش نہیں کیا۔ وہ اپنے کھانے، پہننے کے اخراجات میں تنگی کر سکتے تھے اور کرتے تھے مگر اپنے شوق کے کاموں میں انھوں نے کبھی مضائقہ نہیں کیا۔ جس کتاب کی ان کو تلاش ہوئی اگر وہ بیس گنی قیمت پر بھی ملی تو اس کو لیے بغیر نہیں چھوڑا۔

مستحقوں کی امداد و دستگیری کرنے کی بھی ان کی نسبت بے شمار مثالیں سننے میں آئی ہیں۔ سر سیّد کی جوانمردی اور فیاضی صرف اسی میں محدود نہ تھی بلکہ ان کی مثال ایک پھل دار درخت کی سی تھی جو اپنے پھل سے، اپنے سائے سے اور اپنی لکڑی سے غرض کہ ہر طرح سے مخلوق کو فائدہ پہنچاتا ہے۔

غریب پیشہ وروں اور مزدوروں کے ساتھ جو فیاضانہ برتاؤ اس شخص کا تھا اس کا ایک ادنیٰ ثبوت یہ ہے کہ جب سے وہ مستقل طور

علی گڑھ میں مقیم ہوئے مزدوروں کی مزدوری اور گاڑیوں کا کرایہ پہلے کی نسبت عموماً زیادہ ہوگیا۔ وہ ہمیشہ لوگوں کو ان کی توقع اور حوصلے سے بہت زیادہ دیتے تھے اور جہاں کہیں ان کا رہنا ہوا یہ لوگ ان کے نہایت شکر گزار رہے۔

سر سیّد کے ایک دوست ایک زمانے میں ان کے خانگی اخراجات کا حساب لکھا کرتے تھے۔ ان کا بیان ہے کہ جب مہینہ ختم ہوا میں تمام اخراجات کا مختصر گوشوارہ بنا کر ان کو دکھانے کے لیے لے گیا۔ سر سیّد نے کہا "بس مجھے دکھانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ یونہی چلنے دو۔ میں دیکھوں گا تو ناحق میرے دل کو صدمہ ہوگا"۔ حق یہ ہے کہ جو شخص رات دن اوروں کی اصلاح وفلاح میں رہے گا وہ اپنے خانگی انتظام کی طرف کیونکر متوجہ ہوسکتا ہے۔

مخالفوں اور دشمنوں کی برائیوں کا تحمل کرنا اور کبھی ان سے انتقام لینے کا ارادہ نہ کرنا یہ بھی سر سیّد کے اُن اوصاف میں سے تھا جو ان کی ذات کے ساتھ مخصوص تھے۔ اگرچہ سر سیّد فطرتاً نہایت عالی ظرف اور عالی حوصلہ پیدا ہوئے تھے اور عفو و اغماض ان کی سرشت میں داخل تھا مگر ان کی ابتدائی روک ٹوک اور حسن ترتیب سے یہ تمام ملکات ان کی طبیعت میں اور زیادہ راسخ ہوگئے تھے۔ نیک اور عاقل ماں نے بیٹے کے دل میں یہ بات ڈالی تھی کہ سب سے بہتر تو یہ ہے کہ بروں کی برائی سے بالکل درگزر کی جائے اور اگر بدلہ ہی لینے کا خیال ہو تو اس بڑے اور زبردست انتقام لینے والے کے انصاف پر چھوڑ دینا چاہیے۔ اسی نے لڑکپن میں یہ سبق پڑھایا تھا کہ برائی کرنے والوں کے ساتھ برائی کرنا خود اپنے آپ کو ویسا ہی بنانا ہے۔

سر سیّد کو اس وجہ سے کہ وہ مسلمانوں کی دنیوی ترقی کے لیے کوشش کرتے تھے، امرا سے ملتے تھے، حاکمانِ وقت سے میل جول رکھتے تھے اور دنیا داروں کی سی زندگی بسر کرتے تھے، کہا جاسکتا تھا کہ وہ دُنیا دار ہیں لیکن ان کی حالت پر نظر کرنے سے بہ مشکل ان کو عُرفی معنوں میں دنیا دار کہہ سکتے تھے۔

یہ شخص اپنے فرائض کے سوا جن کو وہ اپنے اوپر لازم سمجھتا تھا، درحقیقت کسی چیز سے تعلق نہ رکھتا تھا۔ باوجود وہ قطعی مایوسی کے جو اس کو مسلمانوں کی طرف سے تھی اور جس کو وہ اکثر پرائیویٹ صحبتوں میں نہایت افسوس کے ساتھ ظاہر کرتا تھا اس کی کوششیں آخر دم تک برابر جاری رہیں۔ یہ اسی کی ہمت اور اسی کا حوصلہ تھا جو اس کی ذات پر ختم ہوگیا۔

وہ ان لوگوں میں سے نہ تھا جو لوگوں کو دنیا سے نفرت دلاتے ہیں اور خود مال و دولت جمع کرتے ہیں بلکہ وہ شخص تھا جو ایک امید موہوم پر کہ شاید قوم دنیوی ذلت سے نکلے، اپنا دھن تن من سب قوم پر قربان کرگیا۔

(حیاتِ جاوید)

مشق

1- درست جواب کے شروع میں ✓ کا نشان لگائیں۔

i- ''سرسیّد کے اخلاق و خصائل'' کے مصنف کا نام کیا ہے؟

ا۔ مولانا حالی   ب۔ مولانا شبلی نعمانی

ج۔ خواجہ حسن نظامی   د۔ سیّد عبداللہ

ii- یہ مضمون کس کتاب سے ماخوذ ہے؟

ا۔ ''تاریخ ادب اردو'' سے   ب۔ ''مقالاتِ سرسیّد'' سے

ج۔ ''یادگارِ غالب'' سے   د۔ ''حیاتِ جاوید'' سے

iii- سرسیّد کو کون سا پھل مرغوب تھا؟

ا۔ سیب   ب۔ انگور   ج۔ آم   د۔ انار

iv- سرسیّد کی مرغوب غذا کیا تھی؟

ا۔ کھیر   ب۔ دال   ج۔ گوشت   د۔ جو مل جائے

v- سرسیّد کھانے کے بعد کیا پیتے تھے؟

ا۔ چائے   ب۔ کافی   ج۔ دودھ   د۔ کچھ بھی نہیں

2- مختصر جواب دیں۔

i- کیا سرسیّد خطوں کے جواب باقاعدہ دیتے تھے؟

ii- کیا سرسیّد کو مہمانوں کی آمد ناگوار گزرتی تھی؟

iii- سرسیّد کی شخصیت کا نمایاں ترین پہلو کیا تھا؟

iv- سرسیّد راست بازی کو کیا سمجھتے تھے؟

v- سرسیّد کا دوستوں سے برتاؤ کیسا تھا؟

vi- سرسیّد کو کون سا پھل پسند تھا؟

vii- سرسید کھانے کے بعد عموماً کیا پیتے تھے؟

viii- سرسیّد نے مطالعے کی عادت کب سے اپنائی؟

ix- سرسیّد نے خطباتِ احمدیہ کتنی مدت میں لکھی؟

x- کون سی بات سرسیّد کو سب سے زیادہ ناگوار گزرتی تھی؟

3- متن کو پیشِ نظر رکھ کر خالی جگہ پر کریں۔

i- سرسیّد کو اپنے کنبے سے حد سے زیادہ.......... تھا۔

ii- سرسیّد فطرتاً عالی ظرف اور.......... تھے۔

iii- سرسیّد اپنی باتوں سے بڑوں بلکہ بچوں کو بھی.......... کر لیتے تھے۔

iv- سرسیّد مذہبی.......... سے پاک تھے۔

v- سچ بات کہنے میں کسی کی.......... سے نہ ڈریں۔

4- "سرسیّد کے اخلاق و خصائل" کا خلاصہ اپنے الفاظ میں لکھیں۔

5- مندرجہ ذیل اقتباس کی سیاق و سباق کے حوالے سے تشریح کریں۔

دوستوں اور مہمانوں سے ان کا دستر خوان.......... بلا ناغہ پُر لیتے تھے۔

6- مندرجہ ذیل الفاظ و تراکیب کی وضاحت کریں۔

بشاش۔خوش طبعی۔شرم و حجاب۔فیاض۔رنج و غم۔

7- مندرجہ ذیل الفاظ پر اعراب لگا کر ان کا درست تلفظ واضح کریں:۔

خصائل۔جبلت۔ضبط۔فیاض۔متصل۔

8- مندرجہ ذیل الفاظ کی جمع لکھیں۔

خصلت۔لطیفہ۔عادت۔ورق۔تصنیف

9- مندرجہ ذیل الفاظ کے متضاد لکھیں۔

کم۔مہمان۔ابتدا۔جواب۔دائمی۔